توسیعِ اسلام کا مدو جذر

(مطالعہ تاریخِ اسلام... تیسری مجلس)

مقدمہ:

ہر آسمانی رسالت لا محالہ ایک آسمانی امت کو جنم دیتی ہے۔[1] رسالتوں کی تاریخ میں جس کسی کو یہ حقیقت نظر نہیں آتی اس کی نظر پر تعجب ہی کیا جاسکتا ہے۔ رسول اپنے شروع کیے ہوئے خاصے خاصے کام اپنی امت پر چھوڑ جاتا ہے اور وہ رسول کے دنیا سے چلے جانے کے بعد اُس کے شروع کیے ہوئے ان بہت سے منصوبوں کو سرے پہنچاتی ہے۔ بنی اسرائیل کے لیے "بیت المقدس" کی ایک مرکزی ترین حیثیت ہے۔ اس کے باوجود ہم دیکھتے ہیں باقی فلسطین تو رہا ایک طرف، "بیت المقدس" فتح کرنے کا کام ہی موسیٰ علیہ السلام کی زندگی اور آپؑ کے اپنے ہاتھوں انجام نہیں پاتا بلکہ یہ اتنا عظیم منصوبہ موسیٰ علیہ السلام کی امت کے ذریعے انجام دلوایا جاتا ہے۔ اس کے بعد بھی؛ ایک مخصوص سے خطے میں (کیونکہ بنی اسرائیل کی رسالت عالمی نہیں تھی) مزید پیش قدمی اور توراتی شریعت کی اقامت کا کام صدیوں تک "امتِ موسیٰؑ" ہی کرتی ہے؛ جو کچھ زمانوں میں اپنی قلمرو پورے خطۂ فلسطین تک بڑھا لیتی ہے اور کچھ زمانوں میں اپنی کوتاہیوں اور بداعمالیوں کے نتیجے میں سمٹتی اور پسپا ہوتی چلی جاتی ہے یہاں تک کہ کفار کی مفتوح بھی ہو جاتی ہے۔ حتیٰ کہ بیت المقدس بھی ہاتھ سے چلا جاتا ہے۔ پھر کچھ اصلاحِ اعمال ہو جانے کے بعد اپنی اُسی حالت کی بحالی کے لیے از سر نو سرگرم ہو جاتی ہے۔ اور اِسی گر گر کر اٹھنے اور پلٹ پلٹ کر اپنے تاریخی روٹ پر گامزن ہونے میں اپنی تاریخی مدت پوری کر لیتی ہے۔

---

[1] یا (خاص صورتوں میں) پہلے سے چلی آتی ایک آسمانی امت کو ایک نئے عمل سے گزارتی ہے۔

یہ بات خاص طور پر اُس خدائی سنت کے حوالے سے ہے جس میں ”خدائی تقدیر“ زمینی عمل کے اندر ”اہل ایمان کی تلواروں“ کے ذریعے اپنا ظہور کرتی ہے۔ ابن کثیرؒ و دیگر مفسرین کی صراحت کے مطابق اِس خدائی سنت کا آغاز تاریخِ انسانی میں بنی اسرائیل سے ہوتا ہے۔ (سورۃ القصص آیت 43 کے تحت ان مفسرین نے یہ کلام فرمار کھا ہے۔ یہاں ہم اس کی تفصیل میں نہیں جا سکیں گے)۔ یعنی رسالت کے راستے میں کھڑے ہونے والوں کو آسمانی آفتوں (مانند طوفان، کڑک، بھونچال وغیرہ) کی بجائے اہل ایمان کی تلواروں کے ذریعے راستے سے ہٹانا۔ ایسا بھی نہیں کہ جہاد کے یہ احکام خاص اُس نسل تک رکھے گئے ہوں جسے موسیٰ علیہ السلام کی صحبت حاصل ہوئی؛ اور اس کے بعد دین صرف 'نماز روزہ' اور 'ذاتی اصلاح'!!! بائبل سے واضح ہے بنی اسرائیل میں دفاعی اور اقدامی ہر دو جہاد موسیٰ علیہ السلام کے صدیوں بعد تک ہوتا رہا۔ (اِس کی تفصیل میں جانے کی بھی اِس مقام پر ہمارے پاس گنجائش نہیں؛ مگر یہ ایک ایسی حقیقت ہے جس پر اختلاف ممکن نہیں؛ الا یہ کہ آپ بائبل کی روایات کو کسی بھی حیثیت میں قابل وثوق نہ مانیں)۔

قرآن مجید میں ہمارے لیے بنی اسرائیل کا اتنا زیادہ تذکرہ ہونا بے مقصد نہیں۔ بنی اسرائیل کا امتِ جہاد ہونا، ایک وسیع و متفرع شریعت اور ایک لمبی تاریخ رکھنا، نیز انسانیت کی معلوم تاریخ کا ایک جانا پہچانا کردار ہونا... اس بات کا متقاضی رہا کہ ہمارے لیے بنی اسرائیل کے حالات بہت کھول کر بیان کر دیے جائیں اور ان کی تاریخ کے سبق آموز حصے ہمیں اچھی طرح سمجھا دیے جائیں۔

اہم بات یہ کہ امت زمینی عمل کے اندر رسول کی دی ہوئی لائن پر جو بھی صالح پیش قدمی کرے گی اس کی نسبت رسول سے ہی ہوگی۔ بعینہٖ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک آدمی کو کہا تھا: **أنت ومالُك لأبيك** ”تو اور تیرا مال تیرے باپ کا ہے“۔ امت کی ہر صالح تحصیل achievement اس کے رسول کی ہوتی ہے۔ بخاری میں عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے بروایت ابو سفیان رضی اللہ عنہ ایک روایت آتی ہے کہ ہرقل (قیصرِ روم) اپنے دربارِ شام میں جب ابو سفیانؓ کے ساتھ سوال و جواب کر چکا، تو آخر بولا: **فَإِنْ كَانَ مَا تَقُولُ حَقًّا**

فَسَيَمْلِكُ مَوْضِعَ قَدَمَيَّ هَاتَيْنِ ''تمہاری یہ باتیں اگر سچ ہیں تو عنقریب وہ میرے قدموں تلے کی اِس زمین کا مالک بنے گا''۔ [2] جبکہ یہ تو ہمیں معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ فتحِ شام کا موقع آنے تک اس دنیا سے تشریف لے جا چکے تھے۔ لہٰذا؛ اُس تنگ ذہن سے دیکھیں تو آنحضور ﷺ کبھی ارضِ شام کے مالک نہیں ہوئے! معلوم ہوا، امت کا فتح و غلبہ رسول ﷺ کا فتح و غلبہ ہے۔ یہ ایک ایسا شرف ہے کہ آپ زمین کا ایک چپہ بھی اگر اسلام کو لے کر دیتے ہیں تو در حقیقت اپنے نبی ﷺ کی قلمرو میں توسیع کرتے ہیں؛ کیونکہ ''اسلام'' ہے ہی زمین پر رسولؐ کا کاشت کردہ شجر؛ اور قیامت تک یہ رسولؐ ہی کا رہے گا؛ فاتحین و مبلغین کی حیثیت اِس شجر کو صرف ''پانی دینے، اِس کی رکھوالی اور نشوونما کرنے'' والوں کی ہوگی۔ اِن سب کا اجر اپنی جگہ، مگر خود شجرِ اسلام کی جتنی بڑھوتری ہوگی اور اس کا سایہ جہاں جہاں پہنچے گا وہ زمین پر رسولؐ کی پیش قدمی باور ہوگی اور ہر جگہ رسولؐ ہی کا درود پڑھا جائے گا۔ ہاں اِن (کارکنانِ اسلام) کی کوتاہیوں اور بداعمالیوں کے باعث اس کا سایہ جتنا سمٹے گا وہ اِن کا اپنا گناہ ہوگا کہ یہ اس کا خیال نہیں رکھ پائے؛ امت کے غیر صالح اعمال کی نسبت البتہ رسولؐ سے نہیں ہوگی بلکہ یہ اپنے کرنے والے کی ہی سیئات باور ہوں گی۔

*****

یہاں ضروری معلوم ہوتا ہے شیخ البانیؒ کی سلسلہ صحیحہ کی پہلی پانچ حدیثوں پر شیخ کا اپنا کلام ملخص کر دیا جائے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ احادیثِ صحیحہ پر اپنے اِس انسائیکلوپیڈیا کا آغاز اسلام کے غلبہ و توسیع سے متعلقہ احادیث سے کرتے ہیں، ساتھ میں کمال تعلیقات دیتے چلے جاتے ہیں... جبکہ اپنی اس پوری کتاب کا آغاز کرتے ہیں قرآن مجید کی اِس آیت سے:

هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ

وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبر کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا تا کہ اس (دین) کو (دنیا کے) تمام دینوں پر غالب کرے۔ اگرچہ کافر ناخوش ہی ہوں۔ (ترجمہ جالندھری)

---

[2] بخاری: کتاب بدء الوحی، حدیث رقم 7۔ ویب لنک: http://goo.gl/iDdZ7p

البانیؒ کہتے ہیں:

یہ آیت ہمیں بشارت سناتی ہے کہ مستقبل اسلام کا ہے۔ اسلام دنیا کے تمام ادیان پر غلبہ اور اقتدار پا کر رہنے والا ہے۔ شاید بعض لوگوں کا خیال ہو کہ یہ واقعہ رسول اللہ ﷺ اور خلفائے راشدین اور صالح بادشاہوں کے زمانے میں پورا ہو چکا۔ ایسا نہیں ہے۔ جو کچھ پورا ہوا وہ اس سچے وعدے کا محض ایک حصہ ہے، جیسا کہ نبی ﷺ نے اس (حقیقت) کی طرف خود اشارہ فرمایا:

(سلسلہ احادیثِ صحیحہ کی پہلی حدیث):

«لَا يَذْهَبُ اللَّيْلُ وَالنَّهَارُ حَتَّى تُعْبَدَ اللَّاتُ وَالْعُزَّى» فَقُلْتُ: يَا رَسُولَ اللهِ إِنْ كُنْتُ لَأَظُنُّ حِينَ أَنْزَلَ اللهُ: {هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ} أَنَّ ذَلِكَ تَامًّا قَالَ «إِنَّهُ سَيَكُونُ مِنْ ذَلِكَ مَا شَاءَ اللهُ، ثُمَّ يَبْعَثُ اللهُ رِيحًا طَيِّبَةً، فَتَوَفَّى كُلَّ مَنْ فِي قَلْبِهِ مِثْقَالُ حَبَّةِ خَرْدَلٍ مِنْ إِيمَانٍ، فَيَبْقَى مَنْ لَا خَيْرَ فِيهِ، فَيَرْجِعُونَ إِلَى دِينِ آبَائِهِمْ»

رات دن ختم نہ ہوں گے جب تک کہ لات اور عزیٰ کی عبادت نہ ہونے لگے۔
تب میں (عائشہ رضی اللہ عنہا) نے عرض کی: اے اللہ کے رسول! اللہ تعالیٰ نے جب یہ آیت اتاری: هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَى وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُونَ تو میں نے سمجھا کہ اسی پر معاملہ ختم ہے۔
آپ ﷺ نے فرمایا: یہ رہے گا جتنی دیر اللہ چاہے گا، پھر اللہ ایک خوشگوار ہوا چلائے گا، جس سے ہر وہ آدمی جس کے دل میں رائی کے دانے برابر بھی ایمان ہوا دنیا سے اٹھ جائے گا اور ایسے لوگ رہ جائیں گے جن میں کچھ بھی خیر نہ ہو، تب وہ اپنے آباء واجداد کے دین کی طرف لوٹ جائیں گے۔

امام مسلم نے اپنی صحیح میں یہ حدیث روایت کی...

دیگر احادیث بھی وارد ہوئی ہیں، جن سے واضح ہوتا ہے کہ اسلام کا غلبہ اور پھیلاؤ کہاں

تک ہونے والا ہے۔ یہ احادیث اس معاملہ میں کوئی شک نہیں چھوڑتیں کہ آنے والا زمانہ اللہ کے حکم سے اسلام ہی کا ہے۔

یہاں میں (شیخ البانیؒ) ان میں سے کچھ احادیث ذکر کروں گا؛ اس غرض سے کہ یہ کارکنانِ اسلام کے لیے ایک مہمیز ثابت ہوں اور مایوسیاں پھیلانے اور ہاتھ پر ہاتھ دھر کر بیٹھنے والوں پر حجت بنیں:

(سلسلہ احادیثِ صحیحہ کی دوسری حدیث) :

إن الله زوى (أي جمع وضم) لي الأرض، فرأيت مشارقها ومغاربها وإن أمتي سيبلغ ملكها ما زوي لي منها

بے شک اللہ نے میرے آگے پوری زمین سمیٹ کر رکھ دی۔ تو میں نے زمین کے سب مشارق اور مغارب دیکھ لیے۔ اور یقیناً میری امت کی بادشاہی اس کونے کونے تک پہنچے گی جو میرے آگے سمیٹے گئے۔

مسلم نے یہ حدیث روایت کی، نیز ابوداوٗد، ترمذی، ابن ماجہ اور احمد نے بروایت ثوبان رضی اللہ عنہ۔ نیز احمد نے بروایت شداد بن اوس رضی اللہ عنہ۔ البتہ اگلی حدیث اس سے بھی واضح اور زیادہ وسعت بتانے والی ہے:

(سلسلہ احادیث صحیحہ کی تیسری حدیث) :

ليبلغن هذا الأمر ما بلغ الليل والنهار ولا يترك الله بيت مدر ولا وبر إلا أدخله الله هذا الدين بعز عزيز أو بذل ذليل عزا يعز الله به الإسلام وذلا يذل به الكفر

یہ سلسلۂ اسلام وہاں وہاں تک پہنچ کر رہے گا جہاں جہاں تک دن اور رات کی پہنچ ہے۔ اللہ تعالیٰ نہ کوئی پکا گھر چھوڑے گا اور نہ کچا جہاں وہ اِس دین کو داخل نہ کر دے۔ عزت والے کو عزت دیتے ہوئے اور ذلت والے کو ذلت دیتے ہوئے۔ عزت جو اللہ اسلام کو دے گا اور ذلت جو اللہ کفر کو دے گا۔

یہ حدیث روایت کی احمد، ابن حبان طبرانی ودیگر اور حاکم نے یہ کہتے ہوئے کہ یہ شیخین کی

شرط پر پوری اترتی ہے۔ حافظ ذہبی نے حاکم کے اس دعویٰ کی توثیق کرتے ہوئے کہا کہ یہ صرف مسلم کی شرط پر پوری اترتی ہے۔

ظاہر ہے اسلام کو زمین کے تمام اطراف واکناف تک پھیلنا ہے تو لازم ہے کہ مسلمان ایک بار پھر اپنی روحانی ومادی وعسکری ترقی کی اوج پر پہنچیں؛ جہاں یہ کفر وطغیان کی سب قوتوں پر غلبہ پائیں۔ یہ بشارت ہمیں اگلی حدیث میں ملتی ہے:

(سلسلہ احادیث صحیحہ کی چوتھی حدیث) :

عن أبي قبيل قال: كنا عند عبد الله بن عمرو بن العاصي وسئل أي المدينتين تفتح أولا القسطنطينية أو رومية؟ فدعا عبد الله بصندوق له حلق، قال: فأخرج منه كتابا قال: فقال عبد الله: بينما نحن حول رسول الله صلى الله عليه وسلم نكتب ، إذ سئل رسول الله صلى الله عليه وسلم: أي المدينتين تفتح أولا أقسطنطينية أو رومية؟ فقال رسول الله صلى الله عليه وسلم: " مدينة هرقل تفتح أولا. يعني قسطنطينية "

ابو قبیل سے روایت ہے، کہا: ہم عبد اللہ بن عمرو بن العاص کے پاس بیٹھے تھے۔ ان سے سوال ہوا: کونسا شہر پہلے فتح ہو گا قسطنطنیہ یا رومیہ؟ عبد اللہ رضی اللہ عنہ نے ایک صندوق منگوایا جس کو کنڈے لگے ہوئے تھے۔ اس میں سے ایک کتاب نکالی اور فرمایا: ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارد گرد بیٹھے لکھ رہے تھے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ سوال پوچھا گیا کہ آیا قسطنطنیہ پہلے فتح ہو گا یا رومیہ؟ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: شہر ہرقل پہلے فتح ہو گا۔ یعنی قسطنطنیہ...

یہ حدیث احمد، دارمی، ابن ابی شیبہ، ابو عمرو الدانی، عبد الغنی المقدسی اور حاکم نے روایت کی اور اس کے صحیح ہونے کی توثیق کی، جس کی ذہبی نے توثیق کی۔ اور واقعتاً جیسے حاکم اور ذہبی نے کہا ویسے ہی ہے۔

حدیث میں جو "رومیہ" آیا ہے، یہ روم ہے، جیسا کہ معجم البلدان میں ہے۔ جو کہ آج اٹلی کا دارالحکومت ہے۔

حدیث میں مذکور پہلی فتح (قسطنطنیہ) ہمارے سامنے سلطان محمد الفاتح کے ہاتھ پر پوری ہو چکی، جبکہ رسول اللہ ﷺ کو اس فتح کی پیش گوئی فرمائے ہوئے آٹھ سو سال سے اوپر عرصہ گزر چکا تھا۔ حدیث کی بتائی ہوئی دوسری فتح (اٹلی، ویٹ کن) بھی اللہ کے فضل سے پوری ہو کر رہنے والی ہے۔ ''اور ضرور ایک وقت کے بعد تم اس کی خبر جانو گے''۔

(شیخ البانی کا کلام ختم ہوا)

*****

نبی آخر الزمان ﷺ کے ہاتھ پر... حق کی ایک عظیم بے مثال لازوال قوت کا برپا ہونا جو زمین میں کفر کو پسپا اور دنیا کے بتکدے پاش پاش کر ڈالے گی، (اس کی بادشاہی قیامت تک رہے گی) پہلے صحیفوں میں بھی اس کی طرف اشارے ملتے ہیں۔ بائبل میں ''دانیال کی پیش گوئی'' ایک ایسی نص ہے جس کی بابت تعجب ہوتا ہے کہ اہل کتاب کے تحریف کنندگان نے اسے اپنی کتاب میں چھوڑ کیسے دیا:

دانیال نے شہنشاہِ بابل بخت نصر کو اس کا جو خواب بیان کر کے اور پھر اس کی جو تعبیر کر کے دی، اس میں آتا ہے:

> اے بادشاہ تو نے ایک بڑی مورت دیکھی۔ وہ بڑی مورت جس کی رونق بے نہایت تھی تیرے سامنے کھڑی ہوئی اور اس کی صورت ہیبت ناک تھی۔ اس مورت کا سر خالص سونے کا تھا۔ اُس کا سینہ اور اس کے بازو چاندی کے۔ اس کا شکم اور اس کی رانیں تانبے کی تھیں۔ اُس کی ٹانگیں لوہے کی اور اس کے پاؤں کچھ لوہے کے اور کچھ مٹی کے تھے۔ تو اسے دیکھتا رہا یہاں تک کہ ایک پتھر ہاتھ لگائے بغیر ہی کاٹا گیا اور اس مورت کے پاؤں پر جو لوہے اور مٹی کے تھے لگا اور ان کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا۔ تب لوہا اور مٹی اور تانبا اور چاندی اور سونا ٹکڑے ٹکڑے کئے گئے اور تابستانی کھلیان کے بھوسے کی مانند ہوئے اور ہوا ان کو اڑا لے گئی۔ یہاں تک کہ ان کا پتہ نہ ملا اور وہ پتھر جس نے اس مورت کو توڑا ایک بڑا پہاڑ بن گیا اور تمام زمین میں پھیل گیا۔
>
> وہ خواب یہ ہے اور اس کی تعبیر بادشاہ کے حضور بیان کرتا ہوں۔
>
> اے بادشاہ..... وہ سونے کا سر تو ہی ہے۔ اور تیرے بعد ایک اور سلطنت برپا ہو گی جو تجھ

سے چھوٹی ہو گی اور اس کے بعد ایک اور سلطنت تانبے کی جو تمام زمین پر حکومت کرے گی اور چوتھی سلطنت لوہے کی طرح مضبوط ہو گی......

اور ان بادشاہوں کے ایام میں آسمان کا خدا ایک سلطنت برپا کرے گا جو تا ابد نیست نہ ہو گی اور اس کی حکومت کسی دوسری قوم کے حوالے نہ کی جائے گی بلکہ وہ ان تمام مملکتوں کو ٹکڑے ٹکڑے اور نیست کرے گی اور وہی ابد تک قائم رہے گی۔ جیسا تو نے دیکھا وہ پتھر ہاتھ لگائے بغیر ہی پہاڑ سے کاٹا گیا اور اس نے لوہے اور تانبے اور مٹی اور چاندی اور سونے کو ٹکڑے ٹکڑے کیا۔ خدا تعالیٰ نے بادشاہ کو وہ کچھ دکھایا جو آگے کو ہونے والا ہے۔ اور یہ خواب یقینی ہے اور اس کی تعبیر یقینی۔ (دانیال 2:84-72)

دانیال صحیفے کی اس پیش گوئی کے متعلق شیخ سفر الحوالی لکھتے ہیں:

کئی صدیوں تک اہل کتاب کو اس پر شک نہ ہوئی کہ اس پیشین گوئی میں مذکور پہلی مملکت (سونے کا سر) بابل کی سلطنت ہے اور یہ کہ دوسری مملکت (چاندی کا سینہ) فارس کی سلطنت تھی جو کہ بابلی سلطنت کے بعد قائم ہوئی اور عراق، شام اور مصر پر حکمران ہوئی۔ اور یہ کہ تیسری مملکت (تانبے کی رانیں) سلطنت یونان تھی جس نے سکندر مقدونی کے دور میں (333 ق م) سلطنت فارس کو روند ڈالا تھا اور یہ کہ چوتھی مملکت (ٹانگیں لوہے کی اور پاؤں کچھ لوہے اور کچھ مٹی کے) رومن ایمپائر......

اہل کتاب سب کے سب اس پر اس قدر گہرا ایمان رکھتے تھے کہ یہ بڑی بے صبری کے ساتھ پانچویں مملکت (دانیال کی پیشین گوئی کی رو سے خدائی سلطنت) کا انتظار کر رہے تھے جو کہ ان شرک اور کفر اور ظلم کی سلطنتوں کو تہ وبالا کر کے رکھ دے گی۔ ان کی بے صبری خاص طور پر اس لئے بھی تھی کہ اس چوتھی سلطنت نے اہل کتاب پر بے انتہا ظلم ڈھایا تھا۔ اسی نے یہود کو ذلیل وخوار کر کے دیس نکالا دیا تھا اور 70ء میں بیت المقدس کو تباہ وبرباد کیا اور مسجد اقصیٰ میں اپنے بت لا کر رکھے۔ پھر اسی رومی سلطنت کے مذہبی بڑوں نے اول اول کے نصاریٰ کو بے رحمی اور سنگدلی سے ایسی ایسی اذیتیں دیں کہ جن کی تاریخ میں مثال ملنا مشکل ہے...

چنانچہ ظلم وفساد کی اس مایوس کن فضا میں اہل کتاب بہت بے صبری سے پانچویں سلطنت کا انتظار کر رہے تھے۔ وہ یقینی طور پر جانتے تھے کہ یہ سلطنت نبی آخر الزمان کے ہاتھوں قائم ہو

گی جس کو یہ ارکون السلام (امن کا بادشاہ) بولتے تھے...... یہاں تک کہ وہ دن آگیا جب ان کے شہنشاہ ہرقل نے جو کہ اپنے دین کا عالم تھا نے یہ کہا (قد ظَهَر مَلِکُ أُمّة الخِتان) ختنہ کرنے والی امت کے بادشاہ کا ظہور ہو گیا ہے۔ شہنشاہ ہرقل کو آپ ﷺ کی بابت اس بات کا یقین ہو گیا تھا اور یہ شہادت اس نے کفار اہل کتاب کا سربراہ ہوتے ہوئے اُمی کافروں کے سربراہ (ابوسفیان) کے منہ پر دی تھی کہ جہاں میں پیر رکھ کر کھڑا ہوں اس کی بادشاہت وہاں تک پہنچے گی۔ جیسا کہ مشہور صحیح حدیث میں مذکور ہے۔

اور واقعتا یہ پانچویں مملکت.... یہ خدائی سلطنت قائم ہوئی اور ہرقل کے پیروں کی جگہ کی مالک بن کر رہی۔ ہرقل کو شام چھوڑنا پڑا اور شام کو چھوڑتے وقت ہرقل کے کہے ہوئے یہ الفاظ تاریخ کا حصہ بنے: سلامٌ علیک یا سوریة، سلامٌ لا لقاء بعده ”الوداع اے شام الوادع، جس کے بعد کبھی نہیں ملنا“!! یہ خدائی مملکت قائم ہوئی اور سب بت پرست تہذیبوں اور سلطنتوں کو روندتی ہوئی زمین میں ہر سمت کو بڑھتی گئی۔ یہ اس وقت کی آباد زمین کے ایک بڑے حصے پر حکمران ہوئی اور ہر جگہ عدل وانصاف کا بول بالا کیا اور امن و آشتی کا پیغام بنی۔ اس سلطنت کا رقبہ چاند کے کل رقبہ سے زیادہ تھا۔ اس کے پرچم تلے اقوام عالم کے بہت بڑے بڑے اور بے شمار طبقے آکھڑے ہوئے۔

صرف یہاں آکر، اس پانچویں سلطنت کی تفسیر پر، اہل کتاب کو اختلاف ہو گیا اور یہاں یہ (ہمارے ساتھ) تفرقے میں پڑ گئے!!!!

*****

غرض روئے زمین پر امتِ اسلام کی صالح پیش قدمی درحقیقت اِس کے نبیؐ کی تحصیل ہے۔ روم اور فارس کو فتح امت نے کیا مگر وہ فتح ہے نبی ﷺ کی۔ یورپ، افریقہ اور ایشیا کے ایک بڑے خطے کو شرک سے پاک کرنا اور یہاں خدائے واحد کی تکبیر کروانا بلحاظِ حقیقت رسول اللہ ﷺ کا غلبہ ہے۔ اِس توسیع اسلام میں مدوجذر بے شک ہیں۔ امت کو حیرت انگیز پسپائیاں ہوئیں، لیکن ہر ضرب کھانے کے بعد یہ امت ایک بار پھر اٹھی اور فتوحاتِ اسلام کو پہلے سے بھی آگے بڑھا دینے میں کامیاب ہوتی رہی۔ ایک وقت یقیناً ایسا آنے والا ہے... کہ ہوتے ہوتے یہ عمل پوری زمین کو اپنی لپیٹ میں لے لے اور پوراجہانِ انسانی اسلام

کے زیر نگیں آجائے، جیسا کہ ہم شیخ البانیؒ کی جمع کردہ احادیث میں دیکھ چکے۔

اس سلسلۂ تحاریر میں ہم توسیعِ اسلام کے اِس مد وجذر پر ایک نظر ڈالیں گے۔

یہاں جس چیز کو واضح کرنے کی کوشش ہوئی وہ یہ کہ یہاں صرف خدا کا بھیجا ہوا آخری رسولؐ نہیں بلکہ خدا کی برپا کی ہوئی آخری امت بھی ہے؛ جسے بنی اسرائیل کی ڈیڑھ ہزار سالہ تاریخ کے ساتھ ایک گہری مماثلت حاصل ہے، اس فرق کے ساتھ کہ بنی اسرائیل کو آسمانی شریعت کا عَلَم ایک مخصوص خطے میں اٹھا کر کھڑا ہونا تھا جبکہ اِس امت کو روئے زمین کی سطح پر۔ یعنی بنی اسرائیل کو ایک نسلی و علاقائی فنامنا racial & regional phenomenon ہونا تھا تو اِس امت آخر الزمان کو ایک کثیر نسلی و عالمی فنامنا multi-national & global phenomenon۔ جبکہ تاریخی واقعہ بھی اللہ کے فضل سے یہی ہے۔

المختصر... اپنے رسولؐ کی دی ہوئی لائن پر اِس امت کو قیامت تک آگے بڑھتے جانا ہے، جس میں یہ کہیں کہیں لڑکھڑائے گی تو کچھ زمانے ایسے بھی آئیں گے کہ پوری زمین اور تمام بنی نوعِ انسان اِس کے زیر نگیں ہوں گے، ان شاء اللہ۔ اگرچہ مشرکوں اور منافقوں کے لیے یہ کتنا ہی تکلیف دہ ہو۔